رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۰۳
منتی مشکور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد | می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

ہفتہ وار
جلد ۶ | کاکوری شنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق یکم شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ | نمبر ۱۰

ادبیات

(غزل از منشی عبد الکریم صاحب تحسن کاکوروی)

اے ابر کرم باغ کو میخانہ بنا دے
ہر پھول کو اک مست کا پیمانہ بنا دے

ہو تنگ نگاہوں میں مری عرصۂ محشر
اے جوشِ جنوں یوں مجھے دیوانہ بنا دے

پیتا ہوں مگر جام سے سیری نہیں ہوتی
خُم کی طرح ساقی مرا پیمانہ بنا دے

یارب رہے تا زیست حسینوں کا یہ مسکن
میرے دلِ ویران کو پریخانہ بنا دے

اے کوزہ گرِ خلق نہ ہو خاک یہ برباد
مٹی سے مری بھی کوئی پیمانہ بنا دے

اے حورِ لقا میرے شبستان میں کرم کر
غیرتِ دہ جنت مرا کاشانہ بنا دے

ڈھونڈیں جو لحد میں تو فرشتے بھی نہ پائیں
لاغر مجھے ایسا غمِ جانانہ بنا دے

خود میری زبانی وہ سنے میری حکایت
دل کش کوئی ایسا تحسن افسانہ بنا دے

آسکر وائلڈ کے نظریات

آفر بنک ہیرس اپنی کتاب "آسکر وائلڈ کی حیات اور اعترافات" میں لکھتا ہے۔ کہ آسکر وائلڈ دنیا کے بہترین گفتگو کرنے والوں میں سے تھا۔ بحیثیت تمثیل نگار مشہور ہونے سے بہت پہلے اس کے انداز گفتگو نے لندن کو اس کے قدموں پر لا گرایا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں ہر تقریب نامکمل تصور کی جاتی تھی۔ جب وقت وہ گفتگو کرتا۔ تو مجمع پر حیرت زا سکوت طاری ہو جاتا۔ سب سے زیادہ دلکش اس کے خود ساختہ فقرات اور نظریات تھے۔ جنھیں وہ نہایت خوش اسلوبی سے سلجھے ہوئے الفاظ میں بیان کرتا تھا اسطرح سامعین کا شوق افزوں ہو جاتا۔ ذیل میں آسکر وائلڈ کے چند وہ انوکھے خیال جمع کیے گئے ہیں۔ جنھیں سننے کے لیے ہزاروں خواتین مضطرب نظر آیا کرتی تھیں۔

"خلق" اس رویہ کا نام ہے جو ناپسندیدہ اشخاص کیلئے اختیار کیا جاتا ہے۔

دوسرے لوگوں کی سچائی کا نام "جھوٹ" ہے۔

اگر دنیا میں ہمدردی کم ہوتی تو مصائب بھی کم ہوتے۔

غیر متوقع باتوں کی توقع کرنا جدید عقلیت کا امتیازی نشان ہے۔

میں اسقدر مجبور کا ہوں۔ جتنی ایک بیوہ خاوند کے لیے۔ اسقدر تھکا ہوا ہوں۔ جتنی ایک دوشیزہ اچھی نصیحت سے۔ اسقدر خشک ہوں، جتنا کسی راہب کا وعظ۔ (بقیہ صفحہ ۳ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۲ | کاکوری ۱۶ ستمبر ۱۹۳۹ عیسوی | نمبر ۱۰

غیر مغلوب حق گوئی

علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ بغیر عمل دنیا میں کچھ نہیں ہو سکتا! لیکن پھر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس کا جواب آسان نہیں اس کے لیے بڑی ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ بطور تجربہ اپنی زندگی میں کسی ادنیٰ ترین نیکی کے اصول پر عمل کرنے کا ارادہ کیجیئے مثلاً آپ یہ فیصلہ کریں کہ آپ ہر شخص کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کا مالک ہو آپ بلا لحاظ و بید عزک سچ بات کہدینگے اس ادنیٰ عمل اور حق گوئی پر آپ کو وہ وہ مصیبتیں پیش آئیں گی کہ سانس لینا مشکل ہو جائیگا۔

تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ کبھی دنیا میں ایسے حق گو بھی موجود تھے جو جوش صداقت میں اپنی زندگیاں تک خطرہ میں ڈالدیتے اور سخت سے سخت مصائب برداشت کرنا گوارا کرتے تھے لیکن حق گوئی کے مسلک سے منحرف نہ ہوتے۔ فی زمانہ خود پسندی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ انسانوں میں اتنی جرأت ہی باقی نہیں رہی کہ وہ کلمۂ حق زبان سے نکال سکیں۔ حق گوئی کی جگہ آجکل خوشامد پسندی نے لے لی ہے راست گوئی کے بجائے ڈپلومیسی کو زیادہ اہمیت حاصل ہو چکی ہے اور وکہا جاتا ہے کہ ڈپلومیٹ انسان کی زندگی اس زمانہ میں کامیاب رہتی ہے حالانکہ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہی بدترین زندگی کہی جانے کی مستحق ہے جس سے نہ صرف دوسروں کو دھوکا ہو بلکہ اپنا نفس بھی خوش نہ ہو۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حق گو بھی گذرے ہیں جنھوں نے صداقت کے اظہار میں بادشاہوں تک کی پرواہ نہیں کی بے جائیکہ اس وقت ایک عزیز ایک دوست ایک شناسا کے سامنے اگر اظہار حق کیا جائے تو قابل گردن زدنی قرار دیا جائے گا۔

مردوں کا ذکر کیا گذشتہ دور میں تو عورتیں بھی اسقدر ہمت و جرأت تھی کہ وہ حق گوئی کے مقابلہ میں بادشاہوں کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور نتیجہ میں نہایت پامردی سے مصائب کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ہم ذیل میں چند تاریخی واقعات کے صرف حوالے دیتے ہیں جن سے کافی طور پر سبق حاصل کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں بنی کنانہ کی ایک عورت کی صاف گوئی اور اظہار حق کا واقعہ یادگار ہے جس نے سچ کا اظہار کر کے حضرت معاویہؓ کو لاجواب کر دیا تھا۔

(۲) خلیفہ ولید بن عبدالملک سنہ ۹۱ھ میں حج سے فراغت کے بعد جب مدینہ طیبہ گئے تو گورنر مدینہ نے خلیفہ کے خیر مقدم کا خاص اہتمام کیا تھا لیکن مسجد میں خلیفہ کے داخلہ پر ایک بزرگ سعید بن مسیب نے یہ کہکر خلیفہ کی جانب کوئی اعتنا نہیں کی کہ خانۂ خدا میں شاہ و گدا برابر ہیں۔

(۳) حجاج بن یوسف گورنر عراق و کوفہ کو ایک عراقی عالم سعد نے بھرے دربار میں نہایت صفائی سے اُس کے مظالم پر تنبیہ کر کے حق کا اظہار کیا تھا۔

(۴) خلیفہ معتقد باللہ سے عبداللہ بن حمدون نے خلیفہ کی کمزوریاں عام درباریوں کے سامنے بیان کرنے میں تامل نہیں کیا۔

مندرجۂ بالا تاریخی واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گذشتہ دور میں کیسے کیسے حق گو گذرے ہیں لیکن موجودہ دور نے جہاں اور بہت سی کمزوریاں ہم میں پیدا کر دی ہیں وہاں سب سے بڑی کمزوری ہماری بزدلی ہے اور اب یہ حالت ہے کہ حق بات کا زبان سے نکالنا بدترین گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ڈپلومیسی جس کو ریاکاری کہہ سکتے ہیں آجکل بہترین عادت سمجھی جاتی ہے۔

اللّٰہم احفظنا۔

نقوش

(ریویو) سنہرا حلقہ :۔ ناظم کاکوروی کی نگارش لطیف جیسے بے راہ سماج کے مظالم کا ایک جیتا جاگتا فوٹو لکھنا مناسب ہوگا، ادبی و افسانوی دونوں حیثیت سے ایک عجیب و غریب جامع و مختصر کتاب ہے جو خطوط کی صورت میں ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں اصلاح اخلاق و معاشرت کو ایک نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ سحر نگار مولف کے جولانی قلم کی تعریف کرنا پڑتی ہے کہ سنہرا حلقہ کو کئی مرتبہ شروع سے آخر تک پڑھ لینے کے بعد بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی کیونکہ کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ ہر بار ایک نیا لطف اُس کے پڑھنے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت بھی کہ یہ چند سطور حوالہ قلم کئے جا رہے ہیں دل و دماغ پر اُس کا اتنا اثر ہے کہ ساجدہ چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔

ساجدہ کے مصائب زندگی کے حالات پڑھکر اُس کو بھلانا ناممکن ہے وہ بیچاری وہم اور اُس چیز کا شکار ہوئی جو سماج میں عام ہے موجودہ سماج اس کمزور ہستی کو پامال کرنا فرض سمجھتا ہے۔ کوئی اس غریب کا پرسان حال نہیں، سنہرہ حلقہ پڑھکر ان مشکلات کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرد کی بڑی سے بڑی غلطی کو سماج نظر انداز کر دیتا ہے لیکن اگر مظلوم عورت اُس سے کم جرم کی مرتکب ہو تو اُس کو سوسائٹی سے نکال دیا جاتا ہے۔ بے راہ کو راہ پر کون لائے۔ ایک نیاز مند خوبرو فرماتے ہیں کہ مرد و عورت مثل پیتل و مٹی کے برتن کے ہیں کہ جن کو اگر کتا چاٹ جائے تو دہات والے برتن کو دھوکر پاک کیا جا سکتا ہے لیکن مٹی کے برتن کو پھینکنا ہی پڑتا ہے“ یہ ہے آپ کے سماج یا سوسائٹی کی حالت۔ ”ماجدہ“ کی داستان ایسی ہے کہ سوسائٹی اُس سے سبق لے گر اس پر اعتنا کرنے والا سماج میں کون ہے اور اُن کو کیا غرض کہ کسی پر اور وہ بھی صنف نازک پر کیا گذری۔ کوئی مرتا ہے مرا کرے اُن کو اپنی دلچسپیوں سے کام۔

”رابعہ“ کی داستان غمناک ہی نہیں بلکہ بیحد قابل ہمدردی ہے وہ لوٹی گئی، ورجیوں نے ڈاکہ زنی کی اُن کے ساتھ سماج نے کیا کیا؟ ”ہملا“ کی قربانیاں بیداری کا پیش خیمہ ہیں مگر سوسائٹی کو اس سے کیا؟ آخر یہ حالت کب تک رہیگی اور باوجود پے در پے واقعات کے سوسائٹی کی کبھی اصلاح ہوگی بھی؟

عورت بیشک کمزور ہے مگر اُس کا ارادہ مضبوط اور استقلال قوی جس کو مرد ہرگز نہیں پا سکتا۔ مظلوم کو خوشنما پھول سمجھ کر لطف اٹھانا اور پھر مسل کر پھینک دینا عورت کا کام نہیں یہ صرف مرد ہی کی کارگذاری ہو سکتی ہے۔ ”ماجدہ“ نے جس ایثار کا ثبوت دیا وہ قابل تقلید ہے اور شوہر کے ساتھ سچی محبت و اخلاص کا آئینہ دار کیا اچھی مثال ہے کہ ”عورت محبت ہے اور محبت عورت ہے“ گلشن ہستی میں ان دو پھولوں نے عالم میں دلکشی پیدا کر دی ہے۔ اور اتحاد ہی کے بعد مکمل زندگی بنا کرتی ہے۔ قدرت نے گلشن ہستی کے اس نازک پھول کی رگ میں محبت بھر دی ہے۔ ان رگوں میں خون نہیں گردش کر رہا ہے بلکہ شراب محبت دوڑ رہی ہے۔

فطرت نسوانی کا تقاضا ہے کہ وہ محبت کرے اور اس سے محبت کی جائے۔ کیا ہے کوئی ہمت والا جو سماج کے مظالم سے اس بیکس و غریب مظلوم کو نجات دلائے۔

بیشتر حصہ ”سنہرا حلقہ“ رسالہ حیا کی دو یا تین اشاعتوں میں چھپ چکا ہے اب کتابی صورت میں مکمل طور پر اور بعض اضافوں کے ساتھ انوار بکڈپو دین آباد پارک لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔ قیمت چھ آنہ جو بلحاظ خوبی و دلچسپی کے کچھ بھی نہیں۔ ماجدہ کے آخری خط کے اضافہ نے بعض حضرات کو چکر میں ڈال دیا ہے کہ یہ خطوط رومانوی حیثیت رکھتے ہیں یا اصلیت بھی ہے۔ اُس پر حضرت مولف کے طرز تحریر نے اور بھی سونے میں سہاگے کا کام کیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

فقط ایک شہرت ہی ایک ایسی تہمت ہے جو کبھی بغیر نہیں لگائی گئی ہے۔ واعظ ایک بے لذت چیٹی ہو۔ جب تمہارے پاس کچھ اور کہنا نہ ہو۔ محبت کے بغیر زندگی اُس نیستاں کی مانند ہو۔ جو کنارہ دریا پر پرورش پاتا ہے لیکن موسیقی سے معترا ہوتا ہے۔ جہاں کوئی قانون نہ ہوگا۔ وہاں کوئی قانون شکن نہ ہوگا اسلئے تمام لوگ نیک ہونگے......

ہم مضمون کیونکر لکھتے ہیں

(از ایس نگار عباسی ملیح آبادی)

آجکل کے مدیروں اور نامہ نگاروں وغیرہ کی دوستی خدا کی پناہ! کوئی بھلا آدمی ان کے پنجے میں نہ پھنسے اول تو گرمی کے بلاخیزوں اور پسے کمی۔ لاکھ کمرے میں چھڑکاؤ کرکے کھس نکال کے دروازے بند کردو مگر پھر وہی جلن جلن۔ جی تو چاہتا ہے کہ دن بھر ٹب میں بیٹھے رہو مگر ایڈیٹروں کے تقاضے بھوت بن کر سر پر سوار ہیں۔ ایڈیٹر "نیرنگ خیال" برابر خط پر خط بھیج رہے ہیں کہ اپنا وعدہ پورا کیجیے ساقی کا عید نمبر کیسے خالی جا سکتا ہے۔ گیتز ہفتہ وار تقاضہ کرنے میں پیچھے کیوں رہے۔ غرض دن بھر گرمی اور بیکاری کی کوفت اور پرسے جب ایڈیٹروں کے اصرار سے مجبور ہو گئے تو چند سطریں "نیرنگ خیال" کے لیے لکھنے بیٹھے۔ جس کا عنوان تھا "ہم مضمون کیوں کر لکھتے ہیں" مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہماری مضمون نگاری پر رحم کھا کر کم ہو گئی تھی اطمینان سے صفحے لکھ ڈالے۔

"صغرا! تمہاری بھی کیا بری عادت ہے ابھی شاہدہ کا جمپر ادھورا پڑا ہے۔ ننھے کی قمیض میں چکن کی بوٹیاں باقی ہیں۔ گرمی کم ہوئی ہے بنا کیوں نہیں ڈالتیں" چچی جان نے سوتے سے اٹھ کر کہا جب ہم انگلیاں سیدھی کرنے کے بعد قلم اٹھا ہی رہے تھے۔

"جلدی کیا ہے چچی جان" ہم نے جبراً و قہراً قلم رکھتے ہوئے جواب دیا "ابھی کئے لیتی ہوں چکن میں چند پھول باقی ہیں اور جمپر میں صرف کالر بنے گا آدھے گھنٹہ کا تو کام ہے" "اوہنہ۔ جو جی چاہے کرو مگر اس وقت کام ہی کون سا ہے۔ جس کے لیے یہ التوا ہو رہا ہے"

ہم نے کاغذوں پر نہایت احتیاط سے پیپر ویٹ رکھا اور سلائی میں مصروف ہو گئے۔ چکن ختم کی ہی تھی کہ ہماری ہمسائی بی اماں آ موجود ہوئیں آدھ گھنٹہ دماغ چاٹ کر وہ گئیں تو ہم نے جلد جلد کالر پورا کیا اسے تہہ کر کے رکھنے جا رہے تھے کہ اک دم بھائی محمود طرزی مسکراتے ہوئے اندر آ گئے۔

"صغرا ۔ ۔ ۔ ۔ صغرا ۔ ۔ ۔ ۔"

"خیر تو ہے؟" چچی جان نے کامدانی کے دوپٹہ پر نظر قائم رکھتے ہوئے سوال کیا۔

"بھائی اکرام خالد آ رہے ہیں۔ اس وقت ۳ بجے ہیں پانچ بجے کی ٹرین سے یہاں پہونچ جائیں گے" انہوں نے کہا۔

چچی جان کھل گئیں۔ کیونکہ وہ اُن کی مرحومہ بہن کی ایک ہی نشانی تھے جنھوں نے امسال علیگڑھ یونیورسٹی سے (ایم۔ای۔ڈی) کی ڈگری اول نمبر پر حاصل کی تھی۔

"اُٹھو" چچی جان نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا "کھڑکی میں سے ذرا چھٹن کی ماں کو پکار دو۔ اس موئی نصیبا کو بھی آج ہی جانا تھا۔ ذرا آ کر ہاتھ بٹائیں۔ فخرو کو بھیجو نصیبا کے ہاں جائے اور اس سے کہے کہ مہمان آ رہے ہیں جلد آئے" ہم نے مشین اُٹھائی۔ چھٹن کی ماں کو بلایا انھوں نے جھاڑو دی ہم نے برآمدے کا پردہ بدلا اور تختوں پر بچھی ہوئی دریوں پر سوزنیاں بچھا کر چاندنی بھی بچھا دی۔ اتنے میں فخرو نصیبا کو بلا لایا۔

"چچی جان ناشتہ میں بسکٹ بنایا جائے گا۔ یا چائے؟ ساڑھے تین تو بج چکے ہیں" ہم نے ازراہِ سعادت مندی پوچھا ورنہ یہ تو ہمیں خود ہی معلوم تھا کہ اتنی گرمی میں چائے کس سے پی جاتی ہے۔ اور پھر گورکھپور کی گرمی کہ چیل انڈا چھوڑتی ہے۔ اتنے میں بھائی طرزی پھر اندر آ گئے۔

"بھائی جان خالد بھائی سخت گرمی میں آئیں گے کچھ ٹھنڈے میوے لے آئیے" ہم نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"مثلاً؟" انھوں نے پوچھا۔

"انگور۔ نارنگی۔ فالسہ۔ انار جو مناسب ہو جائے تو بنائیں گے نہیں فالسہ کا شربت بنا لیں گے کیونکہ گرمی بہت ہے" ہم نے ذرا زحمت جتلاتے ہوئے کہا۔

"عمر میں پہلی بار صغرا نے بھی عقلمندی کی بات کی" طرزی بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مگر اس مسکرانے سے ہمیں غصہ آ چکا تھا"

"ہاں اور نہیں کیا میں ایسی ہی تو احمق ہوں" ہم نے غصہ سے بھرا ہوا چہرہ ایک طرف کر کے تخت کی دری کا مڑا ہوا کونہ درست کرتے ہوئے کہا، "طرزی تمہاری بھی کیا باتیں ہیں!

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

اخباری دنیا کی خبریں

(مرتبہ مولوی حسن ابن صفا حسنا علوی صفیا کاکوروی)

جنگ: کا بگل آخر بج ہی گیا۔ تقریباً چوتھائی صدی کے بعد پھر برطانیہ و جرمنی بالمقابل آ گئے۔ گزشتہ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں، شروع ہوئی تھی اور ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی تھی۔ دیکھنا چاہیئے اب کی کیا ہولناکیاں ہوتی ہیں اور کون کون سلطنتیں لپیٹ میں آتی اور کن کن ممالک کا کچومر نکلتا ہے۔ یہ جنگ پچھلی جنگ عظیم ہی کا نتیجہ ہے۔ ۱۹۱۸ء میں فاتحین نے انتقامی جوش میں دور اندیشی سے کام نہیں لیا تھا۔ معاہدہ کے وقت جرمنی کے ساتھ اتنی سختی برتی کہ جرمن جیسی خوددار قوم اس کو برداشت نہ کر سکی۔ روس و جرمنی کی قطع و برید کے بعد جرمنی کے مغربی حدود پر جو آزاد اور خودمختار ریاستیں قائم ہوئیں۔ ان میں سب سے بڑی پولینڈ کی ریاست ہے جو اس وقت مابالنزاع ہے۔ جرمنی کا مطالبہ حق اور بجا ہی سے کیوں نہ ہو لیکن جس طرح وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو گوارا کرنا ناممکن ہے۔

اسی لیے برطانیہ و فرانس پولینڈ کی امداد پر کربستہ ہو گئے کہ ہٹلر زیکوسلاویکیہ اور آسٹریا کی طرح پولینڈ کو تر لقمہ نہ سمجھے اور آئندہ ہٹلر کی ہمت و جرأت نہ بڑھنے پائے۔ اس لیے اس وقت جرمنی کے حملہ کو روکنا ہی بہتر ہے۔ آئندہ نتیجہ جو کچھ بھی ہو۔ یہ جنگ یورپ ہی تک محدود رہیگی یا ایشیا اور خصوصاً ہندوستان پر بھی اس کی زد پڑیگی کوئی اظہار رائے کرنا قبل از وقت ہے۔ تاہم اتنا ضرور خیال ہوتا ہے۔ کہ زمانہ کی نئی نئی ایجادات نے جنگ کو اس قدر ہولناک بنا دیا ہے کہ دنیا کا جو حصہ بھی محفوظ رہے اس کو خوش نصیب سمجھنا چاہیئے۔

حیدرآباد: نظام کالج کے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے گزشتہ ماہ اپنے قیام کے زمانہ میں سر وزیر حسن نے کہا کہ تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ طالبعلموں میں ایسی صلاحیت پیدا ہو کہ جس سے پچھلے و موجودہ واقعات پر طالب علم اپنی رائے قائم کر سکیں۔ اپنا نصب العین معین کر کے اس کے حاصل کرنے کی جد و جہد کریں اور اپنے کردار کو اس کے مطابق سنواریں۔

امسال آل انڈیا اورینٹل (علوم مشرقیہ) کانفرنس و آل انڈیا فلاسفی و ریاضی کی کانفرنسوں کے اجلاس وسط دسمبر میں بمقام حیدرآباد منعقد کیا جانا طے ہوا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد، لکھنؤ میں تبرہ و مدح صحابہ کے قضیہ کو طے کرنے کے لیے آئے تھے۔ بڑی کوشش و گفت و شنید کے بعد تبرہ ایجیٹیشن کو دو ہفتہ کے لیے رکوا کر شیعہ و سنی اہل الرائے حضرات کی گول میز کانفرنس کرنے والے ہیں۔ جس کے لیے سنا گیا ہے ۱۱ر ستمبر مقرر ہوئی ہے۔

خاکساروں کے قائد اعظم علامہ مشرقی معہ ایک بڑی تعداد اپنے متبعین کے لکھنؤ آئے تھے۔ صاف پتہ نہ چلا کہ علامہ کا آخر مقصد کیا تھا۔ لیکن ایسے ناگوار حالات پیدا ہوئے کہ علامہ کو زبردستی لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور ایک سال تک یوپی میں آنے کی ممانعت کر دی گئی۔ سپاہیانہ سج دھج کے ساتھ اس قدر کمزوری کا مظاہرہ قابل افسوس ہے۔ معلوم ہوا کہ خلاف معاہدہ علامہ ناپور سے لکھنؤ آتے ہوئے ملیح آباد

لندن: شہر کو چونکہ جنگ کی وجہ سے خطرہ ہے اس لیے اسکو خالی کر کے لوگ تہ خانوں اور محفوظ مقامات میں جا رہے ہیں۔

بمبئی میں کچھ دن ہوئے کسی گلی میں ایک فقیر کی لاش ملی تھی اسپتال میں پوسٹ مارٹم کے نتیجہ میں لاش کے پیٹ سے ایک سو پچاس روپیہ نکلے۔ پیٹ معہ روپیوں کے بجے۔ بچے اسپتال کے عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے۔ بمبئی کے اخبارات نے اس کا فوٹو بھی لیا ہے۔

شور مچا کہ گاندھی جی نے راجکوٹ میں ذلت کے ساتھ سر نیچا کر لیا۔ ہندوؤں نے حیدرآباد کی ریاست میں ہنگامہ مچایا۔ سرکار نظام نے خاطرخواہ حقوق دے دیئے۔ دیکھنا ہے کہ گاندھی اور آنکے حوارین کو ریاست کشمیر کے باشندوں کا کچھ خیال بھی کبھی آتا ہے۔ یا نہیں اور وہاں کی رعایا پر جو مظالم علانیہ ہو رہے ہیں ان کے ازالہ کا کوئی فارمولا تجویز ہوتا ہے۔

لوگوں کا خیال۔ یہ غلط ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کا روپیہ متروک ہو گیا وہ بادشاہ کے تصویر والے سکوں کی طرح چالو ہے۔

لڑائی کی خبر سنکر لوگوں نے ضروریات کی چیزوں کی قیمتیں بڑھا دیں گورنمنٹ انسداد کے لئے احکامات جاری کئے ہیں۔ اور قیمتوں کے اضافہ کو قابل سزا قرار دیا ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

کے ران میں پھوڑا نکل آیا تھا جس کی وجہ سے کئی دن سخت تکلیف رہی اب کچھ سکون ہو رہا ہے۔

(۲) مولوی فضل الدین عرف نوشاہ کے زیر ناف ایک رگ میں آماسس ہو جانے کی وجہ سے نشست برخاست میں تکلیف ہے۔

(۳) اہلیہ مولوی حنیف الدین علوی کو سوء ہضمی کی شکایت ہو گئی تھی اب طبیعت مائل بسکون ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

بھلا صغرا سے عقلمند بھی کوئی ہوا ہے" چچی جان نے کچھ پیار سے مگر طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"رہنے دیجئیے" ہم نے جل کر وہاں سے جاتے ہوئے کہا۔

"اس مہربانی کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی"

خیر ذرا دیر بعد جب بھائی طرزی میوہ نے کر ہمیں پکارتے ہوئے داخل ہوئے تو ہمارا غصہ فرد ہو چکا تھا۔ ہم نے دوڑ کر ان کے ہاتھ سے پھل لینا چاہے مگر ہائے مگر کی ہائی ہیل سینڈل سے لڑکھڑا کر گرے۔ شرم سے چوٹ چھپائی۔ اور اٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کی۔

"چوٹ تو نہیں لگی صغرا؟"

"جی نہیں" ہم نے اٹھ کر ان کے ہاتھ سے پھل لیتے ہوئے کہا۔ مگر ٹانگ میں جتنی چوٹ لگی تھی وہ ہمیں جانتے تھے۔ بڑی کوشش سے سیدھے چلتے ہوئے ہم نے پھل برف آب میں بھگو دیئے۔ اور خود ناشتہ کے سٹ کی پرچیں نکال کر بڑے اہتمام سے طشتریوں میں پھل سجائے۔ فالسہ کا شربت تیار کیا لیمونیڈ کی چند بوتلیں اور صندل کا شربت منگوالیا۔ اپنی بنائی ہوئی مٹھائیاں اور حلوے پرچوں میں لگے برف تھرماس میں رکھ کر اپنے مضمون کی خبر لی ۹ بج چکے تھے۔ خیر ایک گھنٹہ تو باقی ہے۔ پندرہ منٹ تو یہ سوچنے میں گذر گئے کہ ہم نامکمل فقرے کو کیا لکھ کر ختم کرنے والے تھے۔ بارے فقرہ پورا ہوا اور خیالات یک سو ہونے کی وجہ سے تقریباً دو صفحے لکھ ڈالے مضمون قریب الختم تھا اگر چچی جان یہ نہ کہتیں۔

"صغرا۔ شاہدہ کا جمپر بدلوا دو دیکھو تمام دھبے لگا لئے ہیں"

ہم نے فوراً اٹھ کر شاہدہ کے کپڑے بدلوائے منہ دھلایا کنگھی کر کے فیتہ باندھ دیا۔ ننھے کے کپڑے بدلے تکیوں پر کڑھے ہوئے غلاف چڑھا کر مضمون کی طرف چلے ہی تھے کہ طرزی بھائی ہاتھ میں چمڑے کا سوٹ کیس لیئے مسکراتے ہوئے آئے اور ان کے پیچھے بھائی اکرام خالد اٹاچی کیس ہاتھ میں لیئے ہوئے انگریزی وضع کے کپڑے پہنے آئے ان کے خوبصورت چہرے پر گھونگر والے بال بہت اچھے معلوم ہوتے تھے۔

چچی نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا وہ آکر بیٹھے ہم نے آکر سلام کیا "دواہو صغرا۔ اچھی تو رہیں۔ کیا کرتی رہتی ہو۔ کس سکول میں پڑھتی ہو" وغیرہ۔

"جی ہاں بھائی صاحب۔ آپ کی مہربانی سے۔ میں نے تو سکول چھوڑ دیا۔ گھر پر ہی ورق گردانی کرتی رہتی ہوں"

ذرا دیر بعد انھوں نے ناشتہ کیا اور بڑی تعریف کر کے پوچھا "کس نے تیار کیا ہے"؟

"صغرا نے" چچی جان نے جواب دیا۔

ناشتہ کے بعد طرزی بھائی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اور بھائی اکرام خالد نے اٹاچی کیس میں سے نکال کر نہایت خوبصورت سنگار دان اور چند انگریزی کی کتابیں ہمیں دیں۔

"یہ تمہارا انعام ہے" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ چچی جان سے باتیں کر رہے تھے ہم کمرے میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے خوبصورت میز پوش پر روشنائی الٹ دی گئی ہے۔ ننھا صاف شفاف دیوار پر گلکاری کر رہا ہے۔ اور شاہدہ نہایت اطمینان سے اپنے چہرے پر روشنائی کے ٹیکے لگانے میں مصروف ہے۔ مضمون ٹکڑے ٹکڑے روشنائی اور کاغذ کا مرکب بنا پڑا ہو۔ م۔

وطن کی خبریں

نوٹ:- اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر ہذا روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:- دو ہفتے شدید گرمی اور تیز دھوپ سے مخلوق بہت پریشان تھی اور امساک باراں سے زراعت کو بھی نقصان پہونچنے کا اندیشہ کیا جاتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ۳ و ۴ ستمبر کی درمیانی شب میں بہت تیز بارش ہوئی اور تقریباً ۳ انچ پانی گرا۔ اُس کے بعد دن میں بھی وقفہ سے ترشح ہوتا رہا۔ اس بارش سے موسم میں خاصی تبدیلی ہو گئی ہے اور زراعت کو بھی بڑا فائدہ پہونچنا بیان کیا جاتا ہے۔ فضا میں اکثر ابر محیط رہتا ہے مزید بارش کی توقع ہے۔ جو اکثر اوقات ہوتی رہتی ہے۔

آب و ہوا:- ملیریا اور انفلوئنزا کی شکایتیں ہنوز سُنی جاتی ہیں۔

ولادت:- (۱) ۲۰ جولائی ۳۹ء کو مولوی معروف الدین علوی (مولوی محلہ) کے یہاں بمقام لکھنؤ فرزند تولد ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ ولادت کے بعد زچہ سخت علیل ہو گئیں اور تقریباً ڈیڑھ ماہ اسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد واپس آئیں۔ وہاں کے علاج سے کوئی نفع نہیں ہوا۔

(۲) منشی کاظم رضا علوی، ایم۔ اے (کوٹھی تل) کے گھر میں ۱۳ جولائی ۳۹ء کو بمقام لکھنؤ بچی پیدا ہونے کی خبر معلوم ہوئی ہے زچہ و بچی بخیریت ہیں۔

زیارت:- حسب دستور سالہائے گذشتہ ۱۳ رجب مطابق ۳۰ اگست ۳۹ء بعد نماز ظہر حضرت مولائے علی کرم اللہ وجہہ و حضرات حسنین علیہم السلام کے موئے شریف کی زیارتیں تکیہ شریف پر ہوئیں۔ مجمع کافی تھا۔ تینوں زیارتوں کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی اور حاضرین کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔

سالانہ فاتحہ:- ۱۱ رجب (۲۰ ستمبر) حضرت شاہ تقی علی قلندرؒ و حضرت شاہ علی اکبر قلندرؒ کے فاتحے تکیہ شریف پر حسب دستور بعد نماز مغرب ہوئے۔ اس بار مجمع کثیر تھا۔ حاضرین کو بعد تقسیم تبرک چاء پلائی گئی۔ بعد نماز عشا محفل قوالی ہوئی اور دوسرے دن صبح کو بھی دوپہر تک مجلس سماع ہوئی۔ اہل ذوق حضرات ہر دو محفلوں میں خوب لطف اندوز ہوئے۔

تعزیتی جلسہ:- کاکوری کانگریس منڈل کی جانب سے بذریعہ مطبوعہ اشتہار ۵ ستمبر ۳۹ء بروز شنبہ منشی عزت علی نگہت مرحوم (نائب صدر کانگریس کمیٹی، کاکوری) کی یادگار میں جلسہ منعقد کئے جانے کی اطلاع ملی تھی جس میں بعض کانگریسی لیڈران کے شرکت کرنے کا بھی اعلان تھا۔ خاکسار (اڈیٹر) کو بوجہ ہرج طبیعت جلسہ میں شرکت کا موقع نہ مل سکا۔ افسوس ہم کو مفصل کارروائی جلسہ کی دستیاب نہیں ہوئی۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ مقامی کارکنان نے ہر امکانی کوشش جلسہ کو کامیاب بنانے میں کی تھی۔

معاودت وطن:- (۱) معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد عباسی (قاضی گڑھی) عرصہ کے بعد ریاست اودیپور سے لکھنؤ آئے ہیں اور اپنی والدہ کا جنکو آجکل پھر اختلاج کی شکایت ہو گئی ہے علاج کرا رہے ہیں۔

(۲) قاضی انتظار علیخان صاحب عباسی بی۔ اے، کلکتہ میں تقریباً ۲ ماہ کے قیام کے بعد بخیریت ۱۱ ستمبر کو وطن واپس آ گئے۔ آجکل موصوف کو بواسیری تکلیف ہے۔

الوداعی دعوت:- دریافت ہوا ہے کہ منشی عبدالصمد تحصیلدار اینی، مدت ملازمت ختم کر کے ۳۱ اگست ۳۹ء سے پنشن یاب ہو گئے۔ زمینداران ضلع بارہ بنکی نے ان کے اعزاز میں ۳ ستمبر کو رخصتی پارٹی دی۔ موصوف دو ماہ قبل تک طویل رخصت پر تھے۔ آخر جون یا اوائل جولائی میں اپنی خدمت تحصیلداری کا جائزہ لیکر دو ماہ اور کام کیا اور اب نیکنامی کے ساتھ پنشن یاب ہو گئے۔

صحت و تندرستی:- (۱) ریحانہ خاتون سلمہا اب بفضلہ بالکل اچھی و چاق ہے لکھنؤ سے واپس آ گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ مقویات دواؤں کو جاری رکھنے کی ہدایت کی ہے جنکا استعمال ہو رہا ہے۔

(۲) مولوی ضمیر الدین علوی (قاضی گڑھی) کو لکھنؤ میں شدید بخار آ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے میعادی بخار تجویز کیا۔ کئی دن بخار تیز رہا اب بفضلہ، اچھے ہیں اور بخار کے اثرات زائل ہو رہے ہیں۔

(۳) حاجی مولوی مصطفےٰ حسن علوی، ایم۔ اے (شیخ سعدی محلہ) کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بخار اُتر گیا ہے اور اب غذا میں شوربہ پھلکا دیا جا رہا ہے۔ ابھی ضعف بہت ہے۔

(۴) چودھری محمد اسمٰعیل (چودھری محلہ) کے پھوڑے کا زخم مندمل ہوجانے کی اطلاع ملی ہے اور طبیعت چاق ہے۔

علالتیں:۔ (۱) شیخ حمید حسن عباسی، شاہجہانپور سے یہاں آئے شاہ آبادی حکیم کے علاج سے جنھوں نے صفراوی شکایات تشخیص کیں تھیں۔ کچھ نفع نہیں ہوا اور اسہالوں نے بہت زیادہ کمزور کردیا ہے۔ بخار بھی تیز آجاتا ہے۔ یہاں حکیم عبدالمجید (لکھنوی) سے رجوع کیا گیا ہے۔ جنھوں نے معدہ و جگر کی شکایات بتلائیں ہیں۔ دستوں کو روکنے کے لیئے دوا دی تھی اُس سے پیچش ہوگئی اور پیٹ میں درد پیدا ہوگیا۔ ضعف بہت ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

(۲) والدہ مولوی خلیل احمد عباسی، جو اپنی بڑی بیٹی کے ہمراہ بارہ بنکی گئی تھیں۔ قلبی تکالیف میں مبتلا ہوگئی تھیں۔ معلوم ہوا کہ وہاں دورہ شدید ہوا تھا۔ اب لکھنؤ میں اولاً ڈاکٹری علاج ہوا جس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اب یونانی علاج شروع کیا گیا ہے۔

(۳) الحاج منشی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے (محلہ باڈلی) کے شانہ میں درد کی تکلیف کبھی بڑھ جاتی ہے اور کبھی کچھ خفت ہوجاتی ہے۔ گذشتہ ہفتہ میں تیزی دورہ سخت ہوا تھا۔ ایک شبانہ روز تکلیف رہی۔ آجکل درد میں کمی ہے اور تیزی دورہ اس طرف نہیں ہوا ہے۔

(۴) شیخ ادریس احمد عباسی (احاطہ غلام جیلانی) جن کے علالت کی اطلاع کی گذشتہ اشاعت میں درج ہوئی تھی۔ اب معلوم ہوا ہنوز فرش ہیں۔ اور کوئی بڑا اپریشن بھی گذشتہ عشرہ میں ہوا تھا۔ ہنوز حالت قابل اطمینان نہیں بیان کی جاتی۔

(۵) والدہ منشی حبیب الرحمٰن علوی (ٹیچیہ ٹولہ) کی کیفیات بدستور رہیں کوئی علاج پورے طور پر موافق نہیں آتا۔ دماغی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آجکل ہاتھ کی انگلی میں زخم ہوگیا ہے وہ باعث تکلیف ہے۔

حادثہ:۔ منشی مقبول علی صاحب علوی (ٹیچیہ ٹولہ) جن پر دو برس قبل فالج کا حملہ ہوا تھا اور اُس وقت علاج سے صحتیاب ہوگئے تھے مرف کمزوری و معذوری ہوگئی تھی۔ گذشتہ عشرہ میں پھر کچھ اثر مرض کا معلوم ہوا بغرض علاج لکھنؤ گئے تھے ۳۔ و ۴ ستمبر ۱۹۳۹ء کی درمیانی شب میں انتقال کیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت معقول و ملنسار انسان تھے پنشن لینے کے بعد لکھنؤ اور کاکوری میں قیام رہا اور بہت مرنجاں مرنج و خاموشش زندگی بسر کی۔ مرحوم کے دونوں صاحبزادہ قابل اور برسر روزگار ہیں۔ ہم کو اس حادثہ میں مرحوم کی ضعیف و معذور بیوہ دونوں بیٹوں و بھائیوں اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے۔ خداوند کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔

ضرورت:۔ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ اس وقت جس مکان میں ڈاکخانہ ہے اوس کو ناکافی سمجھ کر افسران ڈاکخانہ نے اُس کو تبدیل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اور قصبہ میں کسی بہتر مکان کے حاصل کرنے کے لئے ٹنڈر طلب کئے ہیں۔ جن لوگوں کو اپنا مکان کرایہ پر دینا منظور ہو وہ مکان کے تفصیلات اور پیمائش وغیرہ حسب ذیل پتہ پر لکھکر جلد سے جلد بھیجدیں:۔ این۔ کے۔ پال، ایم۔ اے، سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات لکھنؤ۔

اورنگ آباد کی اطلاعات:۔ (۱) میر صادق علی عباسی، ہائی اسکول، جالنہ سے اورنگ آباد تبدیل ہوکر آگئے ہیں۔

(۲) میر ناصر علی عباسی، جن کو گذشتہ ایام میں شدید پیچش کی شکایت ہوگئی تھی ہنوز طبیعت بالکل چاق نہیں ہوئی ہے کچھ نہ کچھ معدہ میں خلش رہتی ہے۔

(۳) اہلیہ مولوی سخاوت اللہ فرنگی محلی (ہمشیرہ منشی منکور علی، علوی ٹیچیہ ٹولہ) نابدیڑ سے اورنگ آباد آجکل آئی ہیں۔

(۴) بیوہ حکیم ظہیر علی مرحوم کو جنھیں شدید بخار کی شکایت تھی اور تکالیف بہت بڑھ گئی تھیں زنانہ ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ وہاں ایک ہفتہ قیام کے بعد طبیعت روباصلاح ہوئی۔

(۵) مولوی حامد حسن علوی کی چھوٹی بچی جو شدید پیچش میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ڈاکٹری۔ یونانی۔ ہومیوپیتھی علاج ہوا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ۹ ستمبر کو سوا تین بجے دن کو انتقال کرگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ غمزدہ والدین کو صبر عطا فرمائے۔

جالنہ کی اطلاعات:۔ (۱) مولوی معزالدین حیدر علوی کی لڑکی

(بقیہ مضمون صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو)

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہوکر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ ڈالی الٰہی کاکوری سے سید محمد شبیرالدین نے شائع کیا